دنیا بھر میں منظور شدہ اور غیر منظور شدہ ممالک کی تعداد 200 سے زیادہ ہے مگر کتنے ممالک ہیں جن کی انتخابی سرگرمیوں پر عالمی برادری کی نظر رہتی ہے؟ امریکہ کا صدر منتخب ہونے والے لیڈر کا نام دنیا بھر کے لوگ جان جاتے ہیں بلکہ وہ یہ جاننے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ صدر امریکہ کا جو نام لکھا جا رہا ہے، کیا پڑھا بھی اسی طرح جائے گا۔ اس سلسلے میں جو بائیڈن کے پیش رو کی ہی مثال لے لیجیے۔ ان کا نام ڈونالڈ ٹرمپ لکھا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے ڈونل ٹرمپ۔ سوال یہ ہے کہ ایک ملک کے صدر کے نام تک کے سلسلے میں اتنا احتیاط کیوں برتا جاتا ہے؟ جواب ایک جملے میں ہے- وہ امریکہ ہے۔ اور امریکہ سپر پاور ہے۔ اسی طرح اگر کسی ادارے یا کسی گروپ سے امریکہ یا کوئی طاقتور ملک وابستہ ہو جاتا ہے تو اس کی اہمیت خود بخود بڑھ جاتی ہے جیسے جی-7 ہے۔ یہ گروپ امریکہ کے علاوہ اقتصادی طور پر دنیا کے 6 بڑے اور مستحکم ممالک پر مشتمل ہے۔ یہ 6 ممالک کنیڈا، فرانس، جرمنی، اٹلی، برطانیہ، جاپان ہیں۔ یوروپی یونین جی-7 کا non-enumerated member ہے۔ اس گروپ میں ای یو کی موجودگی کے باوجود اسے شامل نہیں کیا جاتا ہے، ورنہ یہ جی-8 ہوتا۔ ویسے ایک عرصے تک آج کا جی-7 ہے، جی-8 رہا ہے مگر حالات بدلتے ہی گروپ بھی بدل جاتے ہیں اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ 1997 سے روس جی-7 کا حصہ تھا اور 2014 میں اسے اس گروپ سے ہٹا دیا گیا اور 1997 سے 2013 تک کا جی-8 ایک رکن کے ہٹ جانے سے جی-7 بن گیا۔ اسے انگریزی میں 'سات کا گروپ' (Group of Seven) بھی کہا جاتا ہے۔ 1975 کو اس کی تشکیل ہوئی تھی تو یہ جی-6 تھا۔ 1976 میں کنیڈا کے شامل ہونے سے یہ جی-7 بنا۔ اس گروپ کی تشکیل سے اب تک ہر سال اس کا سربراہ اجلاس ہوتا رہا ہے۔ اس درمیان امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ عراق کے خلاف دو بار جنگ کی۔ افغانستان کے خلاف جنگ کی۔ کئی ملکوں کے حالات خراب ہوئے لیکن اس گروپ کا سربراہ اجلاس صرف ایک بار 2020 میں کورونا وائرس کی وجہ سے منسوخ کرنا پڑا۔ یہ بات یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ کئی بار مہین سمجھی جانے والی چیزیں بظاہر برے نظر آنے والے حالات سے زیادہ سنگین ثابت ہوتی ہیں۔ کورونا سے بروقت امریکہ نمٹ نہیں سکا اور اسے 2020 میں اپنے یہاں منعقد ہونے والے جی-7 کے سربراہ اجلاس کو منسوخ کرنا پڑا۔ ویسے کورونا اگر وائرس کی جگہ انسان ہوتے اور وہ اگر عام آنکھوں سے دیکھے جا سکتے تو خود کو سپر پاور کہنے والا امریکہ ان کے ساتھ شاید وہی سلوک کرتا جو وہ غزہ کے فلسطینیوں کے ساتھ کر رہا ہے۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ جنگ اسرائیل لڑ رہا ہے مگر اسے امریکہ اور اس کے جیسے اسرائیل نواز ممالک ہتھیار سپلائی کر رہے ہیں؟ البتہ امریکہ بڑی ایمانداری سے کھلم کھلا اسرائیل کو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے لیکن وہ اپنی طاقت کا بھرم بھی رکھنا چاہتا ہے، اس لیے ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ وہ جنگ بندی کے لیے کوشاں ہے۔ جی-7 سربراہ اجلاس میں بھی اس نے جنگ بندی پر زور دیا ہے مگر سچ یہ بھی ہے کہ جنگ بندی کی باتیں کرنے سے جنگ ختم نہیں ہوتی۔ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن کو بار بار مشرق وسطیٰ کا دورہ کرنا پڑتا ہے اور یہ دکھانا پڑتا ہے کہ امریکہ جنگ بندی کے لیے کوشاں ہے مگر وہ فلسطینیوں کی مدد کے لیے اگر اسی طرح کوشاں رہتا جیسے یوکرین کی مدد کے لیے کوشاں ہے تو پھر بات ہی کچھ اور ہوتی۔ موسمیاتی تبدیلی کو ایک بڑا ایشو بتایا جاتا ہے۔ اس پر باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ایشو بھی اس بار کے جی-7 سربراہ اجلاس کا ایک اہم ایشو تھا۔ نریندر مودی مسلسل تیسری بار وزیراعظم بننے کے بعد پہلے غیر ملکی دورے پر جی-7 کے سربراہ اجلاس میں شامل ہونے کے لیے اٹلی گئے۔ اپنے خطاب میں بجا طور پر انہوں نے یہ بات کہی کہ 'مصنوعی ذہانت سب کے لیے ہو۔' اس پر جی-7 کے ملکوں کو توجہ دینی چاہیے۔ اس ہفتے کا 'دستاویز' جی-7 کے سربراہ اجلاس پر مبنی ہے:

جی-7، ناٹو کی طرح کوئی مستحکم گروپ یا اقوام متحدہ کی طرح کوئی منظم ادارہ نہیں۔ اس کے رکن ممالک کسی آئین یا قرارداد کے تحت ایک دوسرے سے مربوط نہیں مگر اس کی اہمیت ہے، کیونکہ اس سے دنیا کے بڑے ترقی یافتہ ممالک وابستہ ہیں۔ اسی لیے اس سال کے بھی جی-7 سربراہ اجلاس پر عالمی برادری کی نظر تھی مگر پچھلے سال کی طرح اس سال کا جی-7 سربراہ اجلاس بھی جنگ بندی پر کوئی ٹھوس منصوبہ نہیں پیش کر پایا۔ اجلاس کا ہر منظر محض ایک فوٹو سیشن نظر آیا۔

جی-7 سربراہ اجلاس

جنگوں پر ٹھوس منصوبہ پیش نہیں کیا جا سکا

مراق مرزا

حال ہی میں اٹلی کی وزیراعظم جارجیا میلونی نے وزیراعظم نریندر مودی کو جی-7 کے سربراہ اجلاس میں بحیثیت مہمان خصوصی شامل ہونے کے لیے مدعو کیا تھا، چنانچہ تیسری بار وزیراعظم کا حلف اٹھانے کے بعد وہ اٹلی روانہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ بھارت جی-7 کا رکن نہیں ہے، تاہم مودی کی شمولیت کے باعث ہندوستانی میڈیا میں زور وشور سے خبریں بننے لگیں اور سربراہ اجلاس کے مناظر ٹی وی چینلوں پر اہتمام کے ساتھ دکھائے جانے لگے۔ انتہا یہ ہے کہ ان دنوں جارجیا میلونی کے ساتھ مودی جی کی سیلفی سوشل میڈیا میں وائرل ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ سیلفی خود میلونی نے لی ہے۔ نیتا ہو یا ابھینیتا خبریں ہی اسے شہرت اور مقبولیت کے مینار تک پہنچاتی ہیں۔ ہم ہندوستانیوں کے لیے یہ فخر ومسرت کی بات ہے کہ ہمارے وزیراعظم کا نام گلوبل لیڈر کے زمرے میں درج ہو چکا ہے۔ واضح ہو کہ جی-7 سات ترقی یافتہ ممالک کی ایک غیر رسمی تنظیم یا یونین ہے جو امریکہ، برطانیہ، جاپان، فرانس، جرمنی، اٹلی اور کنیڈا پر مشتمل ہے۔ یہ ناٹو کی طرح کوئی مستحکم گروپ یا اقوام متحدہ کی طرح کوئی منظم ادارہ نہیں ہے۔ یہ ممالک کسی آئین یا قرارداد کے تحت ایک دوسرے سے مربوط نہیں ہیں۔ جی-7، 2024 کا پچاسواں اجلاس جنوبی اٹلی کے شہر بورگو ایگناز یا میں دو دنوں تک جاری رہا جس میں وزیراعظم نریندر مودی چند بڑے عالمی لیڈروں کے درمیان اپنی موجودگی محسوس کراتے رہے۔ جی-7 کے سبھی ساتوں رکن ممالک کے سربراہان نہایت گرم جوشی سے ان سے ملتے دیکھے گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی برادری میں بھارت کی حیثیت کیا ہے اور یہ کہ پارلیمانی انتخابات میں بی جے پی کے اکثریت سے پیچھے رہ جانے کے باوجود عالمی سیاسی اسٹیج پر وزیراعظم مودی کی مقبولیت کم نہیں ہوئی ہے۔

جی-7 کے سربراہ اجلاس میں وزیراعظم مودی نے بھی شرکت کی۔ جی-7 کے ساتوں رکن ممالک کے سربراہان نہایت گرم جوشی سے ان سے ملتے دیکھے گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی برادری میں بھارت کی حیثیت کیا ہے اور یہ کہ پارلیمانی انتخابات میں بی جے پی کے اکثریت سے پیچھے رہ جانے کے باوجود عالمی سیاسی اسٹیج پر وزیراعظم مودی کی مقبولیت کم نہیں ہوئی ہے۔

پہلے سے طے ایجنڈے کے تحت اس بار جی-7 سربراہ اجلاس میں شامل ہونے والے ممالک کے سربراہان کے لیے روس-یوکرین جنگ نیز اسرائیل اور حماس کے درمیان لڑائی کو روکنے کے علاوہ غزہ میں قیام امن کی کوشش اہم موضوع تھا۔ علاوہ بریں مصنوعی ذہانت نیز چند دیگر امور بھی مکالمہ ہوا۔ جی-7 اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس نے ماضی میں کئی عالمی مسائل کو سمجھنے، ان سے نمٹنے اور انہیں حل کرنے یا کم کرنے میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ دنیا کی جی ڈی پی میں ان ممالک کی 40 فیصد حصہ داری بتائی جاتی ہے اور یہ ساتوں ملک دنیا کی 10 فیصد آبادی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جی-7 میں جن معاملوں اور مسئلوں پر سوال اٹھائے جاتے ہیں، ان سے ہر ملک کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ ہر لیڈر اپنے ملک کے قوانین کی روشنی میں کسی معاملے یا مسئلے سے خود کو جوڑنے یا الگ رکھنے کے لیے آزاد ہوتا ہے۔ عالمی مندی کے دور سے متاثر ہو کر 1975 میں 6 ممالک نے اس گروپ کی بنیاد ڈالی تھی۔ آگے چل کر کنیڈا بھی اس میں شامل ہو گیا اور اس طرح یہ جی-7 کہلانے لگا۔ 1997 میں روس نے بھی اس یونین میں شمولیت اختیار کی تھی لیکن جب یوکرین پر حملہ کر کے روس نے کریمیا پر قبضہ کر لیا تو جی-7 سے اس کی رکنیت رد کر دی گئی۔ اس گروپ کی سربراہی ہر برس گھومتی رہتی ہے اور باری باری سے ملکوں کو میزبانی کی ذمہ داری دی جاتی ہے۔ جی-7 انسانی حقوق کی پاسداری اور جمہوری قدروں کے تحفظ پر زور دیتا ہے۔ عالمی معاشی ترقی بھی اس گروپ کے اغراض و مقاصد میں شامل ہے۔

بھارت کو جی-7 کے سربراہ اجلاس میں اس سے قبل بھی کئی بار شامل ہونے کا موقع ملا ہے۔ ایک سے زیادہ بار اس کی شمولیت کی کئی وجوہات ہیں۔ عالمی طاقتوں کے سامنے بھارت تیز رفتاری سے ترقی کی سمت بڑھتا ہوا ایک بڑا ملک ہے۔ آبادی کے اعتبار سے دیکھیں تو آج ہمارا ملک چین کو پیچھے چھوڑ چکا ہے۔ معیشت کی بات کریں تو آج بھارت دنیا کی پانچویں سب سے بڑی اکنامی ہے۔ اس کے علاوہ عالمی مسائل اور ان سے پیدا ہونے والے چیلینجز سے نمٹنے میں بھارت کی حصہ داری کو اہم خیال کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ترقی یافتہ ممالک بھارت کی طرف مثبت نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بہرکیف، جی-7 کے سربراہ اجلاس اختتام پذیر ہو گیا ہے اور اس کے اختتامیہ اجلاس میں کئی اہم اعلانات بھی کیے گئے ہیں۔ مثلاً مشترکہ اعلامیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ روس یوکرین جنگ میں یوکرین کی ہر طرح سے حمایت اور مدد کی جائے گی۔ قریب دو برس سے جاری جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مشکل حالات سے نمٹنے اور ابھرنے کے لیے یوکرین کو پچاس ارب ڈالر قرض دیا جائے گا۔ جی-7 ممالک کے سربراہان نے غزہ پر جاری حملوں کا شکار ہونے والے عام شہریوں کی ہلاکت پر رنج وغم کا اظہار کیا اور بالخصوص بچے، خواتین اور ضعیف العمر افراد کی اموات پر افسوس اور فکرمندی ظاہر کرتے ہوئے اسرائیلی فوجی حملوں کی مذمت کی۔ امریکی صدر جو بائیڈن نے غزہ میں جنگ بندی کی اپنی تجویز کو دہرایا اور زور ڈالتے ہوئے کہا کہ امن پسند ممالک کو اس کی حمایت کرنی چاہیے۔ بائیڈن نے مزید کہا کہ حماس پر اپنا اثر رکھنے والے ملکوں کو چاہیے کہ وہ جنگ بندی کو قبول کرنے کے لیے حماس کے لیڈروں پر دباؤ ڈالیں مگر سمجھا جاتا ہے کہ غزہ میں جنگ بندی کے لیے امریکہ کی جو تجویز ہے، وہ منصفانہ نہیں ہے، لہٰذا حماس کے لیڈر اس تجویز کو کسی بھی قیمت پر قبول نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ جنگ میں برباد ہوئے یوکرین کو آباد کرنے کے لیے ان ممالک کے پاس منصوبہ بھی ہے اور فنڈس بھی لیکن غزہ جو کہ ایک جارح حکمراں کی جارحیت کے سبب کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے، وہاں کے مظلومین کے لیے صرف افسوس کے بول ہیں۔ عالمی سیاست کی یہ عجیب تصویر ہے جس میں انسانیت کے علاوہ سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔

ہر چند کہ جی-7 ممالک کے لیڈران تقریباً ہر پلیٹ فارم پر جمہوریت، انسانی حقوق اور عالمی امن وآشتی کی حمایت اور وکالت کرتے ہیں، تاہم آج کی دنیا اس حقیقت سے واقف ہے کہ اس گروپ کے فیصلے انصاف کی میزان پر نہیں ہوتے۔ ملکوں کے اپنے مفادات ومقاصد ان فیصلوں پر حاوی دکھائی دیتے ہیں۔ اس یونین کا سب سے بڑا چہرہ امریکہ ہے جو ایک طرف غزہ میں جنگ بندی کی بات کرتا ہے اور دوسری طرف اسرائیل کو جنگ جاری رکھنے کے لیے ہر طرح کی امداد بھی مہیا کرتا رہتا ہے۔ وہ چین پر روس کی مدد کرنے کا الزام عائد کرتا ہے تو دوسری طرف یوکرین کے پیچھے مضبوطی سے کھڑا نظر آتا ہے۔ وہ لڑائی کے لیے میدان تیار کرتا ہے اور چھوٹے ملکوں کو ہتھیار تھما کر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ خون کی ہولی کھیلنے کے لیے ترغیب دیتا ہے۔

جی-7 اجلاس میں ہمارے وزیراعظم کی شمولیت اعزاز کی بات ہے لیکن ہمیں ہوشیار اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ ایک لااعتبار ملک ہے۔ وقت آنے پر وہ اور اس کے اتحادی ہمیں چین کے ساتھ الجھا بھی سکتے ہیں۔ پچھلے برس کی طرح اس برس کا جی-7 سربراہ اجلاس بھی جنگ بندی کے تعلق سے کوئی ٹھوس منصوبہ یا لائحہ عمل نہیں پیش کر پایا۔ اجلاس کا ہر منظر محض ایک فوٹو سیشن نظر آیا۔ ■

بڑھ رہا ہے ہندوستان کا دبدبہ

سنجے رائے

کسی گروپ کی اہمیت یوں ہی نہیں ہوتی۔ اس کی اہمیت کی کچھ وجہ ہوتی ہے اور جی-7 کی اہمیت کی بھی وجہ ہے۔ اس سے امریکہ جیسا ملک وابستہ ہے۔ بقیہ جو 6 رکن ممالک ہیں، ان کا شمار دنیا کی بڑی اقتصادیات میں ہوتا ہے۔ ان کے پاس دنیا کی صرف 10 فیصد آبادی ہے جبکہ دنیا کی دولت میں ان کی حصہ داری 40 فیصد ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اقتصادی اور دفاعی لحاظ سے یہ گروپ کتنا مضبوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جی-7 ہے تو صرف 7 ارکان پر مشتمل مگر اس کا سربراہ اجلاس ہوتا ہے تو اس پر عالمی برادری کی نظر رہتی ہے کہ گروپ کے رکن ممالک کے لیڈران اس بار دنیا کے کن ایشوز کو اہمیت دیں گے اور جن ایشوز پر توجہ دیں گے، ان سے نمٹنے کے لیے کیا لائحۂ عمل پیش کریں گے۔ اسی لیے اس طرح کے گروپ میں کسی ملک کی شرکت باعث فخر سمجھی جاتی ہے۔ اس سے عالمی برادری کو یہ اشارہ ملتا ہے کہ فلاں ملک کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے، عالمی سطح پر اس کا دائرۂ اثر بڑھ رہا ہے۔ اس زاویۂ نظر سے اگر ہم کہیں تو ہمارے ملک ہندوستان کی اہمیت بھی بڑھ رہی ہے، اس کا دبدبہ بڑھ رہا ہے، کیونکہ جی-7 کے سربراہ اجلاس میں کسی ملک کو ایک بار مدعو کیا جانا ہی بڑی بات سمجھی جاتی ہے جبکہ 2019 سے ہمارے ملک کو مسلسل مدعو کیا جا رہا ہے۔ 2019 میں فرانس نے وزیراعظم کو جی-7 کے سربراہ اجلاس میں شرکت کے لیے مدعو کیا تھا۔ 2020 میں کورونا کی وجہ سے امریکہ میں ہونے والے سربراہ اجلاس کو منسوخ کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد 2021، 2022، 2023 میں بالترتیب برطانیہ، جرمنی، جاپان میں جی-7 کا اجلاس منعقد ہوا اور ان تمام اجلاسوں میں وزیراعظم نریندر مودی کو مدعو کیا گیا۔ اس طرح اس سال اٹلی میں ہوئے جی-7 کے سربراہ اجلاس میں وزیراعظم نے پانچویں بار شرکت کی۔ سربراہ اجلاسوں میں مسلسل اور بار بار کی شرکت کیا دکھاتی ہے؟ یہی دکھاتی ہے کہ ہمارے ملک کا دبدبہ بڑھ رہا ہے۔ دنیا کے دیگر ملکوں کی طرح جی-7 کے رکن ممالک بھی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کو ایک طرف کر کے دنیا کے بڑے ایشوز سے مؤثر انداز میں نمٹ نہیں سکتے۔ چین کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اس کی توسیع پسندی کے مدنظر بھی ہندوستان کی اہمیت سے وہ واقف ہیں۔ اسی لیے بار بار جی-7 کے سربراہ اجلاس میں شرکت کے لیے وزیراعظم نریندر مودی کو مدعو کیا جانا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

جی-7 کے ممالک ہندوستان کی بڑھتی اہمیت کے مدنظر ہی اس سے رشتہ مستحکم بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا اشارہ دہلی میں ہوئے جی-20 کے سربراہ اجلاس میں بھی ملا تھا اور اٹلی میں منعقد ہوئے جی-7 کے حالیہ سربراہ اجلاس میں بھی ملا۔ اس سربراہ اجلاس میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے کہ سڑک کے ساتھ ٹرین سے بھی ہندوستان کو یوروپ سے جوڑا جائے۔ اس کے لیے ہائی اسپیڈ ٹرین کی سہولت ہو۔ یہ راستہ مغربی ایشیا سے ہوتے ہوئے بنایا جائے۔ یہ منصوبہ خود یہ بتا دینے کے لیے کافی ہے کہ امریکہ اور یوروپی ممالک کے لیے ہندوستان کتنا اہم ہے۔ دراصل جی-7 کے رکن ممالک دیکھ رہے ہیں کہ چین کی ان سے زیادہ وقت تک بننے والی نہیں جبکہ چین دنیا کی دوسری بڑی آبادی والا ملک ہے۔ اس سے کٹ جانے سے انہیں اپنی اشیا کے لیے ایک بڑے بازار کی تلاش کرنی ہوگی مگر ہندوستان کے ساتھ رہنے سے یہ تلاش انہیں نہیں کرنی پڑے گی، کیونکہ ہندوستان دنیا کی سب سے بڑی آبادی والا ملک ہے۔ یہ جمہوری ملک ہے۔ سیاسی استحکام اور امن وامان کی اچھی صورتحال کی وجہ سے بھی یہاں سرمایہ کاری میں کوئی جوکھم نہیں۔ دوسری طرف ہندوستان کو بھی ترقی یافتہ بننے کے لیے بیرونی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ انفرااسٹرکچر کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ سڑک اور ٹرین کے راستے اگر ہندوستان مغربی ایشیا سے ہوتے ہوئے یوروپ سے جڑ جاتا ہے تو اس سے اس کی تجارت کئی گنا بڑھ جائے گی۔ آمدنی میں اضافہ ہوگا تو وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنا سکے گا، اس لیے ہندوستان کے زاویۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو جی-7 کا حالیہ سربراہ اجلاس اس کے لیے ایک اہم اجلاس تھا، البتہ اس کی اہمیت سمجھنے میں لوگوں کو تھوڑا وقت لگے گا، کیونکہ عام طور پر لوگ کسی چیز کی اہمیت تبھی سمجھتے ہیں جب وہ ایک ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ ہندوستان کو یوروپ سے جوڑنے کا منصوبہ جب عملی شکل اختیار کر لے گا تو پھر اس کی اہمیت سمجھنے والوں کی تعداد بھی بڑھ جائے گی۔ ■

2003 سے کیا جا رہا ہے ہندوستان کو مدعو

اس بار کا جی-7 کا سربراہ اجلاس اٹلی میں منعقد کیا گیا۔ اس میں وزیراعظم نریندر مودی نے شرکت کی۔ اس طرح ہندوستان کے وزیراعظم نے جی-7 کے سربراہ اجلاسوں میں گیارہویں بار شرکت کی۔ اس اجلاس میں شرکت کے لیے سب سے پہلے 2003 میں فرانس نے وزیراعظم اٹل بہاری واجپئی کو مدعو کیا تھا۔ اس وقت یہ گروپ جی-8 ہوتا تھا۔ منموہن سنگھ کو وزیراعظم بننے کے بعد 2005 میں جی-8 کے سربراہ اجلاس میں شرکت کے لیے برطانیہ نے مدعو کیا۔ 2006 میں جی-8 سربراہ اجلاس میں شرکت کے لیے روس، 2007 میں شرکت کے لیے جرمنی، 2008 میں شرکت کے لیے جاپان اور 2009 میں شرکت کے لیے اٹلی نے مدعو کیا جبکہ جی-7 کے سربراہ اجلاس میں شرکت کے لیے 2019 میں فرانس نے وزیراعظم کو مدعو کیا۔ 2020 میں کورونا کی وجہ سے امریکہ میں سربراہ اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ 2021، 2022، 2023 میں بالترتیب برطانیہ، جرمنی، جاپان میں اور اس سال اٹلی میں جی-7 کا سربراہ اجلاس منعقد ہوا۔ ان تمام سربراہ اجلاسوں میں شرکت کے لیے وزیراعظم مودی کو مدعو کیا گیا۔ ■

ایک اہم گروپ کیوں ہے جی-7؟

اس سوال کا - کہ ایک اہم گروپ کیوں ہے جی-7؟ - جواب جاننے سے پہلے اس سوال کا جواب جاننا ضروری ہے کہ کوئی گروپ اہم کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی گروپ اہم تب سمجھا جاتا ہے جب اس سے طاقتور ممالک بھی وابستہ ہوں اور ترقی یافتہ ممالک بھی۔ سوویت یونین کی حالت خراب ہو جانے سے وارسا پیکٹ تحلیل ہو گیا، کیونکہ اس گروپ کا سب سب اہم ملک سوویت یونین ہی تھا جبکہ ناٹو آج بھی قائم ہے، کیونکہ امریکہ کی پوزیشن اچھی ہے۔ اس سے وابستہ فرانس اور برطانیہ دفاعی طور پر بھی طاقتور ممالک ہیں، اقتصادی طور پر بھی، اس لیے ناٹو سے اگر امریکہ الگ بھی ہو جاتا ہے تو وارسا پیکٹ کی طرح اس کے تحلیل ہونے کا اندیشہ نہیں۔ برکس اور جی-7 کی اہمیت بھی اسی لیے ہے کہ اس سے وابستہ ممالک دفاعی طور پر بھی طاقتور ہیں، اقتصادی طور پر بھی۔ جی-7 کے رکن ممالک کی آبادی دنیا کی آبادی کا صرف 10 فیصد ہے جبکہ عالمی جی ڈی پی میں ان کی حصہ داری 40 فیصد ہے۔ کسی کسی رپوٹ میں 43 یا 45 فیصد بھی بتائی جاتی ہے، البتہ یہ صحیح ہے کہ جی-7 سے وابستہ تمام رکن ممالک اقتصادی طور پر دنیا کے ٹاپ 10 ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ امریکہ اس فہرست میں پہلے نمبر پر ہے۔ جرمنی تیسرے اور جاپان چوتھے نمبر پر ہے۔ برطانیہ چھٹے اور فرانس ساتویں نمبر پر ہے۔ اٹلی نویں اور کنیڈا دسویں نمبر پر ہے۔ دنیا کے ٹاپ 15 ایکسپورٹرس میں بھی جی-7 کے کئی ممالک شامل ہیں۔ اس فہرست میں چین کے بعد امریکہ دوسرے نمبر پر ہے۔ جرمنی تیسرے، فرانس چوتھے، برطانیہ پانچویں، جاپان چھٹے نمبر پر ہے۔ اٹلی بارہویں اور کنیڈا چودہویں نمبر پر ہے۔ اسی لیے جی-7 کے سبراہ اجلاس پر عالمی برادری کی نظر رہتی ہے۔ اجلاس ختم ہو جانے کے بعد یہ سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس میں زیر بحث آئے ایشوز کی اہمیت کیا ہے اور ان پر کیا پیش قدمی کی امید کی جانی چاہیے۔ ■

جی-7 سے وابستہ تمام رکن ممالک اقتصادی طور پر دنیا کے ٹاپ 10 ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ امریکہ پہلے، جرمنی تیسرے، جاپان چوتھے، برطانیہ چھٹے، فرانس ساتویں، اٹلی نویں اور کنیڈا دسویں نمبر پر ہے۔